کی کوششیں جتنی بھی بے لوث اور مخلصانہ کیوں نہ ہوں ایک عادلانہ اسلامی آئین کے سلسلہ میں تب بار آور ہو سکتی ہیں کہ آئین کی تدوین و تشکیل کیلئے صحیح اور اہل رجال کار کا انتخاب کیا جائے کوئی ادارہ ہزار نیک نیتی خلوص اور پاکیزگیٔ مقصد کے باوجود اہل افراد کے بغیر کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا گو ہمیں اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آئین کمیٹی میں کن لوگوں کو لیا گیا ہے۔؟ مگر اسلامی آئین کے تحفظ و اہمیت کے بارہ میں جناب صدر کی بار بار یقین دہانیوں کو دیکھتے ہوئے غالب گمان یہ ہے کہ انہوں نے نہایت احتیاط سے کام لیا ہوگا، اور پچھلے ۲۳ سال کے مختلف آئینی بورڈوں اور کمیشنوں کے عبرتناک انجام کو نگاہ میں رکھا ہوگا جو اسلام کے بارہ میں خام خیالی اور تجدد زدگی کی وجہ سے الحاد و تحریف کی رو میں بہہ کر حکومت اور رعایا کے درمیان نفرت اور بعد کا سبب بنے اور بدقسمتی سے اسلامی قانون کی سمت قوم کا ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کا بنیادی سبب اگر تھا تو یہی کہ ایسے کمیشنوں کے ارکان کو وہ صلاحیت، استعداد اور اخلاص میسر نہ ہو سکی تھی جو کتاب و سنت کے مطابق آئین سازی کے لئے ضروری تھی نہ وہ اسلامی شریعت کے مزاج کے واقف تھے نہ اسلام کی معاشرتی اور سماجی حکمتوں پر اُن کی نظر تھی اور نہ ان کا کردار و عمل اس پیمانے پر پورا اترتا تھا۔ نتیجۃً وہ قوم کے دینی احساس، گرویدگی اور اسلام سے لگن سے صرف نظر کرتے ہوئے نئے زمانہ کی رو میں بہہ گئے اور اسلام کو ماڈرن شکل میں پیش کرنے میں روشن خیالی اور ترقی کا معیار سمجھنے لگے۔ فطری طور پر قوم کے باشعور اور دیندار طبقہ نے اسے مسترد کر دیا اور قوم کے اجتماعی معدہ نے ان سب چیزوں کو قے کر دیا ـــــ پچھلے طویل عرصہ کا یہ تلخ اور طویل تجربہ صدر صاحب کے سامنے ہے۔ اور وہ یقیناً نہیں چاہتے ہوں گے کہ قومی زندگی کے مزید قیمتی لمحات اس سبق اور تجربہ کے دہرانے میں گنوا دیئے جائیں۔

★ ★

اس احساس اور جذبۂ خیر خواہی کی بنا پر چند معروضات آئین کمیٹی کے انتخاب کے سلسلہ میں پیش کی جاتی ہیں جنکی رعایت ایک قابلِ قبول آئین اور ملت کی بقاء و سلامتی کے لحاظ سے نہایت ضروری ہے۔

۱۔ ضروری ہے کہ آئین کمیٹی کے تمام افراد اسلامی آئین کو موجودہ تقاضوں اور نئے مسائل کی روشنی میں مدون کرنے کی ہر طرح اہلیت رکھتے ہوں اور انہیں اسلامی آئین کی جامعیت، اعتدال اور سراپا عدل و انصاف ہونے کا پختہ یقین ہو۔

۲- اگر ایک طرف وہ عصرِ حاضر کے مسائل اور جدید علوم و نظریات پہ نظر رکھتے ہوں تو دوسری طرف استدلال اور تشریح و تعبیر کی اسلامی حدود اور نزاکتوں سے بھی آگاہ ہوں۔

۳- قرآن و سنت اور اسلامی قانون (فقہ اسلامی) پہ انہیں نہ صرف مطالعاتی بلکہ تحقیقی دسترس ہو۔

۴- عصرِ حاضر کی عملی اور علمی مشکلات کے حل کیلئے وہ دینی بصیرت، فراستِ ایمانی، سلامتِ فکر، دینی پختگی، ملی غیرت، خدا ترسی، تقوٰی اور جذبۂ خیر خواہی و حق کوشی جیسی صفات سے مالا مال ہوں۔

۵- ان کا کوئی فیصلہ تعصب، تحزب، عناد، جہل، خود غرضی اور خواہشاتِ نفسانی پہ مبنی نہ ہو بلکہ اپنے تمام فیصلوں کیلئے اللہ رسول صحابہ تابعین، ائمہ فقہ اور تعامل سلف میں سے کوئی قوی بنیاد اور سند موجود ہو۔

۶- سب سے بڑھ کر یہ کہ مغربی افکار و نظریات اور نئے ازموں سے ان کا ذہن مرعوب نہ ہو تاکہ نہ تو وہ اسلام میں تحریف و ترمیم کی جرأت کر سکیں اور نہ وہ اسلام کو ماڈرن بنانے اور خود بدلنے کی بجائے قرآن بدلنے کے جذبہ سے کام کریں۔

۷- ایک اہم بات یہ کہ ایسے لوگوں کو پاکستان کے نظریاتی پس منظر کا نہ صرف احساس ہو بلکہ انہیں اسلام اور لا الٰہ الا اللہ کے نام پہ مسلمانوں کی اُن بے مثال قربانیوں سے جذباتی تعلق ہو جو پاکستان کی تشکیل و تعمیر کے نام پر دی گئیں۔ اگر ایسے افراد پاکستان کو کسی سماجی یا معاشی اور جغرافیائی مسئلے کا پیداوار سمجھتے ہوں تو وہ ہرگز کوئی مفید آئین نہیں دے سکیں گے۔

۸- آخری بات یہ کہ تمام ارکان کو اس نازک ترین کام کے تقدس اور عظمت کا نہ صرف لحاظ ہو بلکہ ملک کی صحیح تعمیر اور قوم کی نیا پار لگانے کیلئے وہ اپنے اندر دیوانہ وار جذبہ، لگن، عشق اور جوشِ عمل بھی رکھتے ہوں۔

ہمیں پورا احساس ہے کہ پچھلے دورِ غلامی نے قدیم و جدید کی جو دوئی پیدا کی ہے، پھر اپنی ستم کاریوں کی وجہ سے قحط الرجال کی جو صورت پیدا ہو چکی ہے کیٹی میں بیک وقت ایسے جامع الصفات افراد کا مہیا ہونا مشکل ہے مگر اس مشکل کو قدیم و جدید دونوں قسم کے موزوں افراد کے حسین امتزاج ہی سے حل کیا جا سکتا ہے۔ جدید ماہرین قانون کے پہلو بہ پہلو اسلامی علوم و صفات کی حامل شخصیتیں اگر اس کام میں شریک کی جائیں تو پوری قوم کیلئے ایک قابلِ قبول آئین تیار کیا جا سکتا ہے۔ گاڑی کبھی بھی ایک پہیہ سے نہیں چل سکی۔ اس معاملہ میں بے احتیاطی ہمیشہ ہماری مشکلات میں اضافے کا سبب بنتی چلی آرہی ہے۔

رہ گئی اسلامی آئین کی تدوین اور اس کے قابلِ عمل ہونے کی بات تو یہ اب ایک ایسی

کھلی حقیقت بن چکی ہے جس سے انکار سوائے عناد، ہٹ دھرمی اور اسلام کے بارہ میں کافرانہ ذہن کا نتیجہ ہو ہی نہیں سکتا۔ علماء نے مختلف پیرایوں میں اسے بارہا ثابت کیا ہے، جسے ہم کسی دوسری فرصت میں بیان کریں گے۔ مغرب کا کوئی تمدنی اور معاشرتی یا سائنسی و فنی انکشاف و ایجاد اسلام کے ابدی اصولوں کو چیلنج نہیں کر سکتا، خرابی ہوگی تو ان طور طریقوں کی ذاتی ہوگی، جنہیں ہمیں یکلخت چھوڑ دینا ہوگا۔ جائز حدود میں کسی ترقی اور استفادہ سے اسلام ہمیں نہیں روکتا۔ اسی طرح اسلامی آئین ہی اس ملک کے واحد ذریعۂ نجات و بقاء ہونے پر بھی تازہ حالات نے مہر ثبت کر دیا ہے اس سلسلہ میں اہل زیغ والحاد اور تجدّد زدہ افراد کے اٹھائے ہوئے شبہات پر توجہ دینا قیمتی وقت ضائع کرنا ہے۔
ضرورت بس اللہ کا نام لیکر پورے ایمان و یقین اور مؤمنانہ عزم و ہمّت سے کام کرنے کی ہے پھر دیکھئے فلاح و سعادت کا کیسا ابدی نسخۂ اکسیر ہمارے ہاتھ آتا ہے اور ہماری تمام مصیبتیں کتنی جلد کافور ہوتی ہیں اور اللہ کی مدد کس طرح شریکِ حال ہوتی ہے۔

★ ★

آئین کمیٹی کیلئے ضروری ہے کہ تدوین و تشکیل آئین اسلامی کیلئے وہ تمام مفید مواد بھی سامنے رکھے جو پچھلے ۲۳ سال میں اہل حق علماء اور خداترس افراد کے بہترین دماغوں نے سفارشات کی شکل میں پیش کیا ہے۔ قرارداد و مقاصد اور اس دور کی "تعلیمات اسلامیہ بورڈ" کی سفارشات، مختلف مکاتب فکر متفقہ ۲۲ نکات، تعلیمی اصلاحات کے بارہ میں مختلف رپورٹیں، عائلی رپورٹیں، معاشی اصلاحات کے بارہ میں ہر مکتب فکر کے ۱۸ علماء کی اصلاحات کا خاکہ یہ سب چیزیں آئین میں بہترین رہنما اصول ثابت ہو سکتی ہیں اس کے علاوہ علماء کی ان مختلف جماعتوں سے بھی اگر آئین کی تدوین و ترتیب کے لئے سفارشات طلب کی جائیں جو موجودہ پارلیمنٹ میں سیٹیں حاصل کر چکی ہیں اور جنہیں اسمبلی میں آئین کے بارہ میں رائے اور مشورے کا موقع دینے کا وعدہ کیا گیا ہے تو آئین سازی کا کام بہت حد تک سہل ہو سکتا ہے۔ جمعیۃ العلماء اسلام کی مثال ہمارے سامنے ہے جو ملک کے برگزیدہ علماء و مشائخ کی بہت بڑی جماعت ہے۔ اس جماعت کے بہترین ماہرین اور جید علماء کے ایک بورڈ نے اسمبلی میں پیش کرنے کیلئے ایک آئینی مسوّدہ تیار کر لیا ہے۔ اگر آئین کمیٹی اس سے بھی استفادہ کرے تو اس جماعت کے منتخب علماء آئندہ اسمبلی میں ترمیم اور اضافہ کی مساعی سے بچ جائیں گے۔
ہماری دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ کمیٹی کے صحیح انتخاب اور آئین کی تیاری میں موجودہ حکومت کی دستگیری فرمائے اور قوم موجودہ غیر یقینی بحرانی کیفیت سے نکل کر یقین و اطمینان اور عزم و عمل کی دولتوں سے سرشار ہو۔

وما ذالک علی اللہ العزیز   واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

★ ★

یادِ رفتگاں | ٹیڑھی سندھ کے جواں سال عالم مولانا قاضی فضل اللہ مرحوم اور ضلع جھنگ کے باہمت عالم مولانا دوست محمد صاحب کا دن دہاڑے قتل پوری قوم کیلئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ علماء حق کے خون سے بڑھ کر اللہ کی بارگاہ میں کوئی مقدس چیز نہیں اگر حکومت اور پوری قوم نے سر جوڑ کر ایسے المناک اقدامات کی تلافی اور تدارک کا فکر نہ کیا تو خطرہ ہے کہ سنت اللہ کے مطابق شہیدوں کا یہ خون رنگ لاکر پوری قوم کو غضب خداوندی میں مبتلا نہ کر دے۔ ادارہ مرحومین کے رفع درجات اور پسماندگان کے صبر جمیل کے لئے دست بدعا ہے۔ اور اس غم میں برابر کا شریک۔

مرشد زادہ واستاد زادہ [illegible] مولانا [illegible] اللہ صاحب ابن مولانا احمد علی لاہوری جو الی سالی میں پچھلے دنوں انتقال فرما گئے [illegible] کا گل سرسبد بیا ایک اہم [illegible] جدا ہو گیا حق تعالیٰ رفیق اعلیٰ سے نوازے اور پورے خاندان کو صبر جمیل نصیب ہو۔

ملتان کے مولانا خدا بخش مرحوم ممتاز عالم خدا ترس بزرگ اور حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے خاص متوسلین میں سے تھے پچھلے دنوں ان کا انتقال ہوا۔ حق تعالیٰ مرحوم کو مقامات قرب سے نوازے۔

دار العلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کے پرجوش اور مخلص رکن جناب کرنل عثمان شاہ صاحب (نوشہرہ) ۲۶ رجون کو یکایک حرکت قلب بند ہونے سے ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ دار العلوم کی ترقی و تعاون کے لئے ان کی کوششیں بے حد قابل تحسین تھیں۔ عجیب صفات کے مالک تھے۔ حق تعالیٰ انہیں بھی رضوان و مغفرت سے نوازے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وایانا ھم۔

مدینہ منورہ سے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ کے برادر اصغر حضرت مولانا سید محمود صاحب کے سانحۂ ارتحال کی اطلاع علمی و دینی حلقوں کے لئے رنجیدہ ہے شیخ مدنی کے والد بزرگوار نے جس قافلۂ شوق کے ساتھ دیار حبیبؐ میں بسیرا کیا تھا حضرت سید محمودؒ اس کے آخری نشان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دین کے ساتھ دنیا کے مناصب اور مفاخر سے بھی نوازا تھا۔ اعلیٰ صفات کے مالک تھے، حق تعالیٰ اپنے مثالی خاندان کے زمرۂ صالحین میں شمار کرا دے اور درجات عالیہ نصیب ہوں۔ الحق اور دار العلوم حقانیہ حضرت مرحوم کے تمام خاندان، بالخصوص صاحبزادہ مولانا محمد اسعد مدنی اور مولانا محمد ارشد مدنی دیوبند کے ساتھ اس غم میں شریک ہے۔

سمیع الحق

ارشادات حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

ضبط و ترتیب
ابو ساجد ادارۃ الحق

حیاتِ طیبہ — عرفانی اور روحانی زندگی

تیسری قسط

اب جتنا بھی اللہ کیلئے کام کرے گا بندگی کرے گا۔ حق تعالیٰ کی معرفت اور پہچان بڑھ جائیگی اور جتنی پہچان بڑھتی جائے گی قرب خداوندی نصیب ہوتا جائے گا، ایمانی زندگی میں فقط عقیدہ تھا کہ مالک الملک ایک ہے مگر اللہ کی رضا کیلئے کام کرتے کرتے فقط علم نہیں رہے گا۔ جان پہچان ہو جائیگی اور اب منشاء کی پابندی کرنے لگے گا۔ اب تک تو قانون کی پابندی کر رہا تھا۔ حکم ہوا، نماز پڑھ لے۔ کہا بہت اچھا۔ حلال اختیار کرو، حرام چھوڑ دو، کہا بہت اچھا۔ رشوت مت لو، بہت اچھا، جھوٹ مت بول کہا بہت اچھا —— تو جتنے احکام تھے ان کی پابندی کا نام تھا ایمان اور اسلام کہ خدا کے قانون کے نیچے زندگی بسر کرے۔ یہ تھی ایمانی زندگی۔ لیکن ایک مرتبہ زندگی کا اس سے بھی اوپر تھا اور وہ یہ کہ قانون کی پابندی کرتے کرتے آخر میں قانون ساز کے منشاء کی پابندی کرنے لگتا ہے اور قانون سے بالاتر ہو کر عمل کرتا ہے۔

قانون تو یہ ہے مثلاً کہ کسی محبوب نے امر کیا کہ بھئی اپنے باغ سے ہمیں پھول دیدو اور تم نے ایک دو پھول چن چن دیا۔ اور قانون سے بالاتر منشاء کی پابندی یہ ہے کہ سارا باغ ہی اس کے سپرد کر دیا محبوب کو کہ پھول کیا ہے، سارا باغ ہی حاضر ہے۔ اللہ نے مانگا کہ جو روٹی کھاتے ہو اس میں سے تھوڑا سا حصہ اللہ کے نام پر بھی دیدو۔ تو منشاء کی پابندی یہ ہے کہ سارا کھانا ہی اٹھا کر اللہ کے نام پر دے دیا۔ خود روزہ رکھ لیا —— تو انسان ایسا جب کرے گا کہ حاکم کے سامنے موجود ہو، جب سامنے موجود ہوگا تو حکم کا انتظار نہ ہوگا بلکہ وہ تو اسی کی نگاہ و ابرو کو پہچان کر عمل کرے گا۔ اس کی منشاء اسکی پیشانی سے معلوم ہو جائے گی کہ یہ چاہتا ہے یہ نہیں —— اورنگ زیبؒ کے واقعات میں لکھا ہے کہ ان کا

جو کمانڈر انچیف تھا، اس نے تیاری شروع کر دی، سامان رسد فوجوں کی تیاری۔ اور ان کے کانوں میں پھونک دیا کہ دکن پہ جانا ہے، تیار رہو تو کسی نے کمانڈر سے کہا کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے۔ ؟ کہا نہیں بلکہ ایک دفعہ اورنگ زیب تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں کھڑا تھا، تو مجلس میں دکن کا جو ذکر آیا تو بادشاہ نے نہایت تیز نگاہوں سے دکن کی طرف دیکھا، میں سمجھ گیا کہ دکن سے اس کے دل میں زنگ ہے تو ابھی حکم تو نہیں۔ ضابطہ میں تو تب ہوگا مگر منشاء میں نے پالیا ہے اورنگ زیبؒ کا ۔۔۔ تو اگر یہ عالمگیرؒ سے دور ہوتا تب تو انتظار کرتا کہ قانونی حکم پہنچے اور سامنے کھڑا تھا تو اس کی نگاہ اور پیشانی سے پہچان گیا۔ تو منشار کی پابندی کرنا گویا پہچان پہ عمل کرنا ہے۔ اس کو کہتے ہیں معرفت اور عرفان۔ اور ایک ہے علم اور اعتقاد جو غائبانہ ہوتا ہے۔ اور ایک یہ کہ اللہ کو رسول کو آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اب قانون کا انتظار نہیں اب تو نگاہ وابرو ہی مقصد بتلا دے گی اس کو معرفت کی زندگی کہتے ہیں۔ اور ہم اس کا نام رکھیں گے عرفانی زندگی ۔۔۔

ایرانی شہزادے کا ایک واقعہ میں نے دیکھا کہ اس کے پاس بادشاہ ہندوستان مہمان ہوا۔ انہیں ضرورت پڑی لیموں کی، شہزادۂ ایران کے باغ میں کھٹے لیموں تھے، خادم اجازت لینے آئے وہ سن کر منقبض سے ہو گئے۔ ترشروئی سے دیکھا۔ اس نے باہر آکر کہا کہ اجازت مل گئی، لیموں توڑو۔ کہا بیوقوف اجازت کہاں ملی وہ تو کچھ نہیں بولے۔ اس نے کہا کہ جب شہزادہ نے ترش نگاہوں سے دیکھا تو سمجھ گئے کھٹے لیموں کی اجازت، دیدی گئی، تو پاس رہنے والے منشار اور طبیعت میں اتنا دخل پالیتے ہیں خواہ لفظ سامنے نہ ہوں ۔۔۔ تو انبیاء اور اولیاء جو معرفت خداوندی حاصل کر لیتے ہیں وہ اپنے ذوق سے ان چیزوں کو پالیتے ہیں جو منشار خداوندی ہوتے ہیں حالانکہ حکم ابھی نہیں ہوتا۔ اور بہت سے اہل اللہ اور اولیاء کاملین کے قلب پہ جو واردات ہوتے ہیں ان واردات سے ان کو منشار خداوندی معلوم ہو جاتا ہے۔ وہ قانون نہیں ہوتا شریعت کا تو اسکی تبلیغ تو نہیں کرتے مگر خود وہ کرنے پر پابند ہیں کیونکہ انہوں نے منشار کو دیکھ لیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ قدس اللہ سرہ العزیز جو دارالعلوم کی جماعت کے شیخ ہیں وہ مکہ معظمہ ہجرت کر کے گئے تو عمر بھر سیاہ رنگ کا جوتا نہ پہنا۔ لوگوں نے کہا کہ شرعاً نا جائز ہے۔ ؟ فرمایا نہیں، پوچھا کیوں نہیں پہنتے۔ فرمایا بیت اللہ کا غلاف سیاہ رنگ کا ہے، مجھے بے ادبی معلوم ہوئی کہ اس رنگ کو قدموں میں استعمال کیا جائے۔ یہ محض ایک ذوق اور منشاء کی بات تھی۔ تو ادبی ذوق کے اندر بعض دفعہ آدمی وہ چیزیں کرتا ہے کہ قانون میں نہیں ہوتیں مگر اس کا ذوق کہتا ہے کہ مجھے اس طرز عمل پہ

جاتا ہے اس کو کہتے ہیں عرفانی زندگی ــــ تو اولیاء کاملین کی زندگی عرفانی رہتی ہے ۔ کہ محض جائزہ و ناجائزہ ہی نہیں بلکہ جائز کے اندر بھی دیکھتے ہیں کہ منشاء اگر یہ ہو کہ کم سے کم کھاؤں تو ایسا کروں اور اگر یہ ہو کہ بالکل نہ کھاؤں تو میں فاقہ کرنا گوارا کروں ــــ اور حضرات صحابہؓ اور حضرات اہل اللہ جو فقر و فاقہ کو پسند کرتے ہیں تو شریعت نے یہ حکم نہیں دیا، مگر بہت سے اولیاء کی زندگی ہے، جیسے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کہ ایک ایک ہفتہ فاقہ کا گذرتا تو یہ شرعی حکم نہیں تھا مگر شریعت بھیجنے والے کا منشاء ان کے حق میں یہی تھا کہ جب زیادہ سے زیادہ زہد بڑھ جائے تو زیادہ سے زیادہ درجات بلند ہوں گے ۔

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کو فاقہ سے بڑی محبت تھی اور دو دو ہفتے فاقے ہوتے تھے اور وہ ارادی فاقے ہوتے تھے ، یہ نہیں کہ مفلس اور تنگدست تھے ، دولت تو ایسے لوگوں کے قدموں میں آکر گرتی ہے ــــ تو شاہ ابوالمعالیؒ کے پیر آئے ان کے گھر ، شاہ صاحب موجود نہیں تھے ، تو گھر والوں کو پریشانی ہوئی کہ ہمارے گھر کے جو بڑے ہیں شاہ ابوالمعالیؒ ان کے شیخ کی کسطرح خاطر مدارات کریں ، شیخ سمجھ گئے کہ نہ دانہ ہے نہ پانی ۔ تو ایک روپے کا غلہ منگوایا اور ایک تعویذ لکھ کر دیا اور فرمایا کہ اسے غلہ میں ڈال دو ، اللہ برکت دے گا ، شیخ ایک ہفتہ ٹھہرے اور روزانہ کھایا اور جب چلے گئے تو وہ غلہ ختم ہی نہیں ہوتا تھا ۔ دو تین ہفتے کے بعد شاہ ابوالمعالیؒ تشریف لائے تو دیکھا کہ دو دو وقت روٹی پک رہی ہے ، انہیں محبت تھی فقر و فاقہ سے ، تو فرمایا کہ کیا بات ہے ، فاقہ نہیں ہوتا ۔ ہمارے پاس تو کچھ تھا نہیں دو وقت کی روٹی کہاں سے آئے گی ۔ تو کہا کہ آپ کے شیخ آئے تھے ، گھر میں فاقہ تھا ، تو انہوں نے خود ایک روپے کا غلہ منگایا اور تعویذ لکھ کر ڈالا ، اس کی برکت ہے ۔ کہا اچھا تم بڑی گستاخ ہو ۔ میرے شیخ کے تعویذ کو غلہ میں ڈال دیا ہے ۔ نکال کر لاؤ ، میں اسے اپنی قبر میں رکھوں ، اُسے لیکر پگڑی میں باندھ لیا اور وہ غلہ اسی دن ختم ہو گیا ، اب پھر فقر و فاقہ شروع ہو گیا تو کہیں شریعت کا حکم تھا ہفتہ ہفتہ فاقے کرنے کا ۔ ؟ مگر قانون بنانے والے کا منشاء محسوس کیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ فقر و فاقہ کی زندگی بسر ہو تاکہ درجات بلند ہوں ، روحانیت ترقی کرے ۔

نبی کریم کی سیرتِ طیبہ میں آتا ہے کہ دو دو مہینے گذرتے تھے کہ بیتِ نبوت میں دھواں نہیں اٹھتا تھا کھانے کو ایک ٹکڑا کھجور اور پانی (اسودین) پر گذر ہوتی تھی تو قرآن کریم میں تو یہ حکم موجود نہیں تھا کہ آپؐ دو مہینے بالکل فقر و فاقہ سے رہیں ۔ مگر قانون سے بالاتر ہو کر قانون بھیجنے والے کا منشا آپ کے قلب پر روشن تھا کہ انبیاء کی پاکیزہ زندگی کا یہی تقاضا ہے کہ وہ کھانے پینے اور لذات کی طرف ادنیٰ بھی توجہ نہ دیں وہ توجہ کریں تو حق تعالیٰ کی ذات کی طرف علم و عرفان کی طرف تو یہ قانون ساز کی